اسلام اور ہوس ملک گیری

(مولوی عبدالعزیز صاحب بسکوہری متعلم مدرسہ رحمانیہ)

حضرات جس طرح مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام پر اسکے مذہبی نقطۂ نظر سے محض تعصبانہ اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اسکے عمرانی، تمدنی معاشرتی وسیاسی نقطہ نظر سے بھی اس پر بیجا اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں۔ اور عوام کو گمراہ کرنے اور اسلام سے متنفر کرنے کیلئے یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام استعماریت اور ملک گیری کی ہوس لیکر سطح ارض پر نمودار ہوا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنے متبعین کو جنگ، خونریزی، قتل وغارتگری کی تعلیم دی تاکہ خود مختار اور آزاد ملکوں کی آزادی سلب کی جائے اور اپنے مقصد ودولت کی خاطر اسکو بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ اور بصورت عدم اطاعت قتل عام اور ظلم وتشدد کا قانون بنادیا گیا۔ چنانچہ جہاد کو ایک ہیبتناک صورت میں عوام کے سامنے اسی کے استدلال میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور اسکی بھیانک تصویریں کھینچ کر مسلمانوں کے وجود کو ایک قہر اور عذاب ٹھہرایا جاتا ہے اور اس طرح اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آج مجھکو انتہائی اختصار کے ساتھ اسلام اور استعماریت کا مقابلہ دکھلاکر جہاد کی مشروعیت اور اسکے عواقب ونتائج کی صحیح نقاب کشائی کرکے اس کے عمرانی، تمدنی وسیاسی اصول پر کچھ گفتگو کرنی ہے۔ سب سے پہلے ہمکو اسلام کے اولین زمانہ پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہئے +

دنیا کی حالت۔ اور ظہور اسلام کا سبب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا سے رخصت ہوئے اور چھ سو سال سے زائد کا زمانہ گذر گیا۔ عیسائی ممالک کی حالت اور نیز عرب کی حالت بہت ابتر ہوچکی تھی عیسائیوں میں رومن ایمپائر اور کیتھولک اور متعدد جماعتیں پیدا ہوگئی تھیں آپس کی مذہبی جنگ کا وہ عالم تھا کہ زمین وآسمان لرزہ براندام ہورہے تھے۔ مظلوم یہودیوں کی حالت تو اور ہی ہیبتناک تھی رومن پارلیمنٹ کا فیصلہ ہوچکا تھا کہ یہودیوں کے وجود کو بالکل معدوم کردینا اشد ضروری ہے۔ تمام ممالک سے ان کے عام اخراج کا حکم ہوگیا تھا۔ ان کے جان ومال کو لوٹنا عین تہذیب وتمدن شمار ہوتا تھا۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی جنکو ظلم کے بدلے رحم، سختی کے بدلے آسانی کی تعلیم دی گئی تھی۔ عرب جو کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سے کسی اور نبی کی تعلیم سے فیضیاب نہ ہوسکے تھے انکی حالت اور ہی پستی وذلت میں پہنچ چکی تھی ساری برائیاں وخرابیاں ان میں پیدا ہوگئی تھیں۔ تمام قبیلے فرقہ فرقہ بٹ گئے تھے۔ خانہ جنگی کا وہ حشر تھا کہ متعدد قبیلے فنا وبرباد ہوچکے تھے۔ فارس اور روم دو بڑی سلطنتیں ہمیشہ اسی کوشش میں تھیں کہ غریب عربوں کی آزادی سلب کرکے اپنے اغراض ومقاصد کے بھینٹ چڑھا لیا جائے اور ہمیشہ کے غلامانہ طوق وسلاسل میں جکڑ دیا جائے۔ ذہنی اور دماغی آزادی پہلے ہی سلب ہوچکی تھی۔ شخصی اور مذہبی آزادی کو بھی چھیننے کی کوشش ہورہی تھیں: یمن اور حیرہ پر ایرانی تسلط۔

شام پر رومی قبضہ اور دن بدن عربی ممالک کی طرف سرگرمیانہ کارروائیاں۔ اسکا کھلا ہوا ثبوت پیش کر رہی تھیں۔
اسلام آیا۔ اس نے آکر سب سے پہلے اس ذہنی اور دماغی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور آزادی کی روح پھونکی۔ اور تدریجاً عمرانی وتمدنی اور سیاسی آزادی پیدا کرنے کی طرف بھی اقدام کیا اور ہر قسم کے مصائب و آلام برداشت کرتے ہوئے اس کے حصول میں منہمک ہوا۔ لیکن ان مدعیان آزادی، ان مبلغان حریت کی راہ میں جب رکاوٹ پیدا کی گئی۔ اور معاندانہ مداخلت سے اسکو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ تو مجبوراً ان کو وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑا۔ حبشہ پہنچکر بھی اس کی سرگرمیاں بدستور باقی رہیں شاہ حبشہ کو یہ عجیب بات دیکھکر تعجب ہوا اُس نے اس کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت جعفر طیار رضؓ نے جو تقریر کی اور جو فطری اصول وقوانین کی اصلیت پر روشنی ڈالی وہ اسلام کی حقیقت کو واضح اور منکشف کر دیتی ہے جس سے شاہ حبشہ بھی بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکا۔ اور بالآخر اسکی خلوصیت للہیت کا اقرار کیا۔
تقریر ملاحظہ ہو:۔ "اے بادشاہ ہماری قوم جاہل تھی۔ ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ فواحش کا ارتکاب اور قطع رحم کرتے تھے۔ مردار خور تھے۔ پڑوسیوں کے حقوق تلف کرتے تھے ہم زیردستوں اور کمزوروں پر ستم ڈھاتے تھے ان کی آزادی سلب کرکے غلام بنانے کی فکر میں رہا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم وفضل سے ہم میں ایسا رسول مبعوث فرمایا جس کے قدم قدم سے ہم واقف ہیں اور جس کی صداقت۔ عفت۔ امانت تمام قوم میں مشہور ہے۔ اس نے ہم کو خدائے واحد کی طرف بلاکر ذہنی غلامی سے آزاد کرنا چاہا اُس نے ہمکو اخلاق کے بلند مقام پر پہنچایا اور سچ بولنے امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے اور حرام امور کے ارتکاب اور قتل وخونریزی سے محترز رہنے کا حکم دیا۔ مدت کے بچھڑے ہوؤں کو آپس میں ملایا۔ (تاریخ خضری۔ سیرۃ ابن ہشام) +

ناظرین کرام! اس تقریر سے معلوم ہوگیا کہ ظہور اسلام کا مقصد محض دنیا سے شر وفساد کا استیصال۔ تمام اخلاقی کمزوریوں کو مٹاکر راستی اور حسن اخلاق کے زیور سے آراستہ ومزین کرنا تھا۔ اور امن عالم کی اصلاح اور درستگی مدنظر تھی اسکا مقصد دولت ثروت اور حکومت حاصل کرنا نہیں تھا۔ اس نے کبھی اس کی طرف رغبت کو بھی جائز نہ رکھا۔ بلکہ ہمیشہ اس کو عذاب الٰہی اور باعث فتنہ وشر شمار کرتا رہا۔ اور ہمیشہ اپنے پیروؤں کو اس سے محترز رہنے کی تلقین کرتا رہا۔ بار بار کہا إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ بیشک تمہارے مال اور اولاد تمہارے حق میں فتنہ (باعث امتحان) ہیں، ان سے ہمیشہ بچتے رہنا یہ تو تم کو غافل کر دینے والی ہیں۔ بس تم خبردار ہو جاؤ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ (منافقون) اے ایمان والو! خیال کرو کہیں تم مال وزر کی لالچ میں اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاؤ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی یاد سے بھلا دیتی ہیں اور جس نے اس کی محبت میں پڑکر اللہ کے ذکر کو بھلا دیا۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ (منافقون) پس وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوکر تباہ وبرباد ہوگیا۔
ناظرین کرام! اس تحریر سے یہ مقصد نہیں ہے کہ اس سے کلیۃً حصول زر ودولت کی قباحت بیان کی جائے

بلکہ اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ اسلام زر و دولت کے مقصد کو لیکر سطح ارضی پر نہیں آیا۔ اور اس سے اصلی عنوان یعنی استعماریت کو باطل کرنا ہے۔ کیونکہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ وہ مذہب جو مال و دولت کی اس طرح برائی بیان کر کے اپنے پیرؤں کو اس سے محترز رہنے کی تلقین کرتا ہو وہ کیونکر اپنی عالمگیر دعوت میں مقصود بالذات کی حیثیت سے اسکو جگہ دیسکتا ہے۔ پھر کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اسلام استعماریت اور دنیاداری کی ہوس لیکر آیا ہے۔ لیکن یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ پھر اسلام نے جنگ و قتال کا حکم کیوں دیا۔

جہاد کی مشروعیت ما قبل تحریر سے معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی تھی جبکہ سطح ارض ظلم و جور، قتل و خونریزی، فساد و تخریب کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ انسانی خون سے ہولی کھیلنا عین تہذیب و تمدن سمجھا جاتا تھا۔ تمام آسائش و آرام اسی میں تھی کہ مظلوم اور بے گناہ انسانوں کو ستانا چاہیے۔ چنانچہ اسی فتنہ و فساد کے سدباب اور انسانی اخلاق کی اصلاح و درستگی پیدا کرنے کیلئے اسلام آیا۔ اور اس نے اس اصلاح و درستگی میں ہر طرح کی کوششیں صرف کیں اور ان تمام کوششوں تبلیغوں تقریروں سے بھی کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ بلکہ انھیں مصلحتوں کے خلاف استعماری حکومتوں کا محاذ قائم ہونے لگا۔ تو پھر تلوار کے زور سے مدد لینے کی حاجت ہوئی اور جہاد فرض ہوا۔

قرآن نے اس جدوجہد کو قتال و حرب سے تعبیر نہ کیا کیونکہ لفظ حرب و قتال ہی کو سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ غیظ و غضب کا اظہار ہونے لگتا ہے، لوٹ مار، وحشت و بربریت کی بو آنے لگتی ہے۔ بخلاف لفظ جہاد کے اس میں نہ تو سننے سے خوف معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے وحشت و بربریت کی بو آتی ہے بلکہ اس کا معنے مطلق کوشش کے ہے۔ خواہ زبان سے ہو، اعضا سے ہو۔ یا تلوار سے ہو۔ اسلام نے بحالت مجبوری تلوار اٹھانے کی اجازت دی جبکہ اس کے بغیر حق کی حفاظت کیلئے کوئی چارہ نہ تھا۔ قرآن نے نہایت صراحت سے اس امر کی خوب توضیح کی ہے اور سب سے پہلی آیت جس میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے صاف صاف اسکے مقصد کو واضح کر رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

(حج رکوع ۶) (یعنی اب جبکہ مظلومین پر انتہا مصائب ہو چکے رحمت رب جوش میں آئی اس نے اس فتنہ کے سدباب کیلئے) جہاد کا حکم دیدیا اور اپنی مدد کا بھی وعدہ فرمایا۔ یہ اس لئے کہ ان کو ناحق اپنے وطن سے بے وطن کر دیا گیا کیونکہ انھوں نے ان طاغوتی طاقتوں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر کے صرف رب العالمین کے سامنے سر جھکانے کا اقرار کر لیا تھا اور اگر اب بھی انکو دفاع نفس و تحفظ دین کی خاطر مدافعانہ جنگ کی اجازت نہ دی جاتی تو یہی نہیں کہ انکی جانیں جوکھے میں

پڑتیں بلکہ ان کے ساتھ ہی ساتھ ان لوگوں پر بھی آفت آتی جو نہایت پرامن اپنے گرجوں، مسجدوں، کلیساؤں میں خدا کی عبادت کر رہے تھے اور وہ سب معابد تباہ ویران کر دیئے جاتے۔ اور بیشک اللہ ضرور اس شخص کی امداد کو آگے بڑھتا ہے جو اس کے دین اور ذکر کی حفاظت کیلئے آگے بڑھتا ہے۔ اور ہم نے ایسا کیوں کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تاکہ دنیا سے منکرات اور فواحشات کا استیصال ہو ظلم اور بربریت کا سدباب ہو اور صرف اللہ ہی کا کلمہ تمام دنیا میں جاری ہو کر امن وامان سے زندگی بسر ہو سکے۔ اقامت نماز ادائے زکوٰۃ اور تمام معاملات شرعیہ بحسن وخوبی انجام پذیر ہو سکیں"۔

ان آیتوں سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ جنگ وقتال کا حکم حفاظت نفس اور تحفظ دین کی خاطر تھا۔ دوم یہ کہ جب ظلم وتشدد حد سے گذر گیا تو انتظامات جنگ کی اجازت دی گئی تاکہ دفاع کے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں شہادت کا شوق اور جہاد کا جذبہ پیدا ہو۔ اور وہ ہمہ وقت باطل ومتمرد قوتوں کے پارہ پارہ کرنے کیلئے تیار رہیں سوم یہ کہ اگر جنگ کی اجازت نہ دی جاتی۔ تو قیام امن کا ہونا مشکل تھا فتنہ وفساد کا استیصال متعذر ہوتا۔ اور اسکے مشروع ہو جانے سے باآسانی امن عالم پر کنٹرول کر لیا گیا۔ اجرائے اوامر وامتناع نواہی میں سہولتیں پیدا ہو گئیں +

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ جنگ کی ضرورت اتنی ہی ہے جس سے امن قائم ہو سکے۔ حد سے غلو نہ کرو اور اگر ظالم قوتیں خود بخود بلا جنگ ظلم اور تشدد مٹانے کا اقرار کریں صلح کیلئے ہاتھ بڑھائیں تو پھر تمہارے لئے کسی وقت جنگ جائز نہیں اور بصورت عدم تعمیل خود مجرم اور مفسد قرار دئے جاؤ گے۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ه وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (بقرہ رکوع ۲۴) اور صرف ان لوگوں سے قتال کرو جو خود تم سے قتال کی ابتدا کرتے ہوں اور بلا وجہ کسی سے جنگ کر کے حد سے غلو نہ کرو۔ اللہ حد سے متجاوز ہونے والے کو محبوب نہیں رکھتا۔ ہاں دوران جنگ میں جہاں بھی تم ان کو پاؤ قتل کرو۔ اور جس طرح انھوں نے ظلم اور تعدی کر کے تم کو بے وطن کیا تم بھی ان کو اب بے وطن کر سکتے ہو۔ کیونکہ فتنہ قتل سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

بیشک کسی کو ظلم اور تعدی کر کے بے وطن کر دینا اس سے بڑا اور فتنہ کیا ہو گا؟ ہاں صلح کا بھی دروازہ کھلا رکھا کہ اگر ان کو خود اس ظلم وجور اس فتنہ وفساد کا احساس ہو اور وہ اس سے تائب ہونے کو تیار رہوں اور تم سے صلح کی درخواست کریں تو تمہارے لئے بھی مصالحت ضروری ہے اور اب تم کو کسی حالت میں بھی جنگ کی اجازت نہ ہوگی۔ اگر پھر بھی جنگ کیا تو تم مجرم ہو گے۔ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ه (نساء رکوع ۱۲) اور اگر وہ مخالفین خود ہی فتنے وفساد ظلم وجور سے تائب ہو کر خاموشی کی زندگی بسر کرنا چاہیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور مصالحانہ قدم بڑھائیں تو تم بھی حلیفانہ قدم بڑھاؤ اب تمہارے لئے ان پر حملہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں۔ دیکھو کتنے خلوص سے اسلام نے اس جنگی عقدہ لاینحل کو آسانی سے حل کر دیا اور فرمایا کہ جب وہ خود جنگ سے

اعراض کریں۔ فتنہ و فساد سے کنارہ کش ہوں تو تم کسی صورت میں ان سے جنگ نہیں کرسکتے اور اگر کیا تو یہ اسلامی نقطۂ نظر کے خلاف ہوگا۔ کیونکہ جہاد کی مشروعیت کا سبب فتنہ و فساد کا استیصال کرکے امن وامان قائم کرنا ہے اور اس صورت میں فتنہ و فساد کے بانی تم ہوگے اور تمہاری طرف سے زیادتی ہوگی۔ ہاں۔ اگر وہ خود جنگ کی ابتدا کریں۔ فتنہ و فساد پیدا کریں۔ تو تم اس کے روکنے کیلئے جنگ کرسکتے ہو۔

فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔ (نساء رکوع ۱۲) اگر وہ خود تم سے باز نہ رہیں برابر فتنہ و فساد کرکے تم کو جنگ کی دعوت دیتے رہیں تو تم ان سے بلا خطر جنگ کرو۔ اللہ نے تمہارے لئے انپر راستہ کھول دیا ہے۔" اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اصل محرک جنگ وہی فتنہ و فساد ہے۔ لہذا جہاد برابر اسوقت تک مشروع رہے گا جب تک سطح ارض فتنہ و فساد سے پاک نہ ہوجائے۔ حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا کہ خود بخود فتنے کا استیصال ہوکر جنگ رک جائے۔

پس اسلام نے آکر انسانی ہلاکت عمرانی و تمدنی تخریب کے بچانے کیلئے جنگ و جہاد کا لائحہ عمل پیش کیا۔ ان کے مذہبی اور سیاسی امور میں آزادی ہوگئی۔ اور لوگ اس قابل ہوگئے کہ اپنی حالت کو درست کرکے متمدن و مہذب قوموں کی جماعتوں میں شرکت کا شرف حاصل کرسکیں۔ اس حقیقت کی صداقت کا نمونہ روزانہ کے مشاہدات میں نظر آرہا ہے تاریخ کے اوراق اس صداقت کا اقرار کررہے ہیں۔ میرے عزیز دوستو! اس سوال کا جواب تو زمانہ گذشتہ ہی میں دیا جاچکا ہے مسلمان فاتحین کی زبان سے نہیں بلکہ غیر مسلموں کی زبانوں سے۔ اور واقعات کچھ مزید گواہ ہوں گے۔

اغیار کی تاریخی شہادتیں اسلام کی خلوصیت اور للّٰہیت پر جسوقت مسلمانوں نے سرزمین ایران کی صف پلٹی اور ان کی یلغار سے کسروی فوج کے قدم نہ جم سکے تو تاجدار ایران نے سالار فوج سے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے مسلمان تعداد میں مال میں سامان میں قوت میں ہم سے بہت کم فنون جنگ سے ناواقف لیکن وہی ہمیشہ تم پر غالب رہتے ہیں اور تم مغلوب۔ ...... سردار نے اس کے جواب میں ایک پتھر منگوایا اپنے تبر سے اسکو دو ٹکڑے کیا اور کہا کہ مسلمانوں کا دل اس پتھر سے بھی زیادہ مضبوط ہے ہزاروں تیر برسانے پر بھی نہیں ٹوٹتا اور اپنی جگہ پر قائم اور ثابت رہتے ہیں (فاران) دمشق اور حمص کے میدانوں سے جب قیصری فوج شکست کھا کر انطاکیہ پہنچی ہرقل سے فریاد کی کہ مسلمانوں نے ہماری زمینوں پر قبضہ کرلیا ہے اور تمام ملک پر مسلط ہوتے جارہے ہیں ہم برباد ہوئے ہماری مدد کی جائے۔ اس نے ایک امیر سے اس کے متعلق سوال کیا۔ اس نے جواب دیا حضور وجہ یہ ہے کہ وہ اگرچہ ہم سے زور میں قوت میں مال اور ملک میں جمعیت اور سامان میں بہت کم ہیں لیکن ان کی فتح کا سبب یہ ہے کہ وہ ہم سے اخلاق میں اچھے ہیں وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے اور آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہتے ہیں۔ وہ رات کو خدا کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ اوروں پر ظلم کرتے ہیں عہد و مواثیق کی پابندی نہیں کرتے

شراب پیتے ہیں اور کھلے بندوں بدکاریاں کرتے ہیں اور اپنے اغراض کے ماتحت انسانوں کو بھینٹ چڑھانے پر بھی دریغ نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ ان کے ہر کاموں میں استقلال اور جوش پایا جاتا ہے اور جہاں جاتے ہیں فتح وکامرانی قدم چومتی ہے۔ (فاران) +

دیکھئے خود انھیں ارباب حکومت وسیاست کی زبان سے سنئے اپنی نامرادی ومغلوبی کا اعتراف فسق وفجور ذاتی اغراض ظلم وتشدد وریاکاری کا ثمرہ ہے۔ اسلام کی فتح وغلبہ کا اعتراف اسکی خلوصیت للہیت محض دینی جذبہ بے لوث قومی خدمت اصلاحانہ اقدام کیلئے بینظیر قربانی اور ثبات کا نتیجہ ہے۔ اسلام کے متعلق استعماریت اور آمریت کے مدعی ذرا اپنی آنکھ سے جہالت کا پردہ کھولیں اور خود اپنے بھائیوں کی زبانی اسکے خلوص اور للہیت کی شہادت سنیں اور سوچیں کہ کیا واقعی اسلام ویسا ہی ہے جیسا وہ کہہ رہے ہیں +

اسلامی جنگ اور سامراجی جنگ میں استعماریت کی تلاش عزیزان ملت موجودہ جنگ اور اس فرعونی وطاغوتی سرمستیوں کا سبب کیا ہے۔ تمام متفقہ زبانوں سے استعماریت۔ اقتدار شخصی اور شہنشاہیت کا استقرار تبلایا جاتا ہے اس کے ماتحت حبش میں کیا ہوا۔ پولینڈ اور آسٹریا کی آزادی کا کیا حشر ہوا۔ فن لینڈ اور چین کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ گو کہ زمانہ موجودہ کے مدعیان تمدن وتہذیب کے ٹھیکیداران فسطائیت وکمیونسٹ کا متفقہ اعلان یہی ہو رہا ہے کہ یہ سب کچھ مظلوموں اور غلاموں کی فریادرسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ مگر میں نہیں سمجھ سکا کہ انکی فریادرسی میں ان کو آزادی دلانے میں کتنے ملکوں کو بھینٹ چڑھایا جائیگا۔ اور کتنے لوگوں کو قتل کر کے ان کے خونوں سے اس فریادرسی کی پیاس بجھائی جائیگی۔ روزانہ کے دردناک واقعات ادھار صد ہا عمرانی وتمدنی تخریب نہتے اور پرامن باشندوں اور آبادیوں پر بیدریغ بمباری۔ اس سے ان کے خلوص صداقت یا سامراجیت اور استعماریت کا آپ خود فیصلہ کرلیں۔ اب ذرا اسی کے ساتھ ساتھ اسلامی جہاد کے نقطہ نظر پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ تو معلوم ہوگا کہ وہاں نہ تو ایسے سامراجی دعوے ہوتے ہیں اور نہ ہی اس دعوے کے استدلال میں اس طرح وحشت اور بربریت ظلم اور تشدد کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ وہاں تو نہایت خلوص کے ساتھ امن واصلاح کی دعوت دیجاتی ہے تین امور پیش کئے جاتے ہیں جو کہ اپنی جگہ ایک جامع الکلام کی حیثیت رکھتی ہیں

اسلام جس کا معنی خود ہی سلامتی اور امن ہے۔ یعنی انکو حکم ہوتا تھا کہ ابتک تم بہت کچھ فتنہ وفساد پیدا کر کے مظلوموں اور کمزوروں کو اپنے اغراض پر بھینٹ چڑھا کر حکومت کرتے رہے اب وہ وقت گیا۔ مظلوموں کے خون اور ان کی آہ وبکا کے اثر نے تمہارے نخوت وتکبر کو پارہ پارہ کرنے کا وقت قریب کر دیا۔ اب اگر حکومت ہی کرنا چاہتے ہو تو تمہیں سب سے پہلے امن اور انصاف کا وعدہ کرنا ہوگا اور لوگوں کو سلامتی کا پیام دیکر عدل وانصاف کا عہد کرنا ہوگا اور اس کیلئے ضروری ہے کہ تم اسلام کا زبانی سب کے سامنے اقرار کرو تاکہ لوگوں کو تم پر اعتبار آجائے اور وہ سمجھ جائیں کہ اب سامراجیت اور استعماریت کی حکومت گئی اب امن اور اسلام کی حکومت رہیگی اور ان کو اطمینان ہو۔ اور وہ چند کلمے

ہیں جن کو رب العلمین احکم الحاکمین نے اپنے بندوں کیلئے پسند فرمائے ہیں اور اگر تم کو اس اسلام کے اقرار کرنے سے تامل ہے تو اب تمہارا دخل گوارہ نہیں کیا جاسکتا اپنے نظم ونسق کے خود مختارانہ دعوے سے مستغنی ہو کر اسلامی حکومت کی ماتحتی قبول کرو اور جزیہ دینے کا اقرار کرو۔ ورنہ بزور تلوار تمہارے اس ظلم وجور کو دفع کر کے مظلوم انسانوں کو آزاد کیا جائیگا۔ یہ تو اسلام کا الٹی میٹم ہوتا تھا۔ اب آئیے ذرا اس کی جنگی حدود کا بھی معائنہ کر لیجیے۔ اسلامی فوجوں کو حکم ہوتا ہے کہ اے مسلمانوں تم اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے نکلے ہو۔ غریبوں اور کمزوروں کی حمایت کرنے اٹھے ہو، اپنی طرف سے کبھی بھی مفتوحین سے وہ برتاؤ نہ کرنا جو اور فاتحین ومغرورین کیا کرتے ہیں۔ بچوں بوڑھوں اور عورتوں سے چھیڑ مت کرنا۔ پھلدار درختوں کو مت جلانا پر امن آبادیوں کو مت ویران کرنا۔ اور نہتے باشندوں کو مت قتل کرنا صرف انھیں لوگوں سے قتال کرنا جو تم سے مقابلہ کریں اور راستہ روکیں یہ نصیحت ان کے خلوص للہیت صداقت کا بین نمونہ ہے۔ اب ذرا یورپین مدعیان تہذیب وتمدن کی نصیحت سامراجی فوجوں کو بھی ملاحظہ ہو۔ فسطائی اور سامراجی حکومتوں کی طرف سے ان کی فوجوں کو حکم ہوتا ہے کہ ہر اس شخص کو گولی کا نشانہ بنادو۔ جس کا دشمن کے ملک سے واسطہ ہو، ان کی عورتوں اور بچوں تک کو توپوں کے دہانوں میں جھونک دو اور جتنے شہر اور قصبے ہوں سب کو بمباریوں اور گولوں سے ویران کر دو اور فتح کے بعد قتل عام کا حکم دیدو۔ لیکن اسلامی حکومت کی جانب سے مفتوحین کا امن اور سلامتی کے پیغام سے خیر مقدم کیا جاتا ہے چنانچہ جب بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمر نے انکے تالیف قلب کیلئے صلحنامہ لکھا جسکا مضمون حسب ذیل تھا۔

یروشلم کی غیر مسلم رعایا کو ان کی جان ومال اور اولاد وعبادتگاہوں، صلیبوں اور ہر اس چیز کی جو انکی ملکیت میں ہے حفاظت کی ضمانت دی جاتی ہے ان کی زمینوں اور ان کے مذہب میں کسی قسم کا تعرض نہ کیا جاوے گا ان کے کلیساؤں کو نہ تو منہدم کیا جائے گا اور نہ ہی انکے کسی اوقاف اور وقار کو کوئی گزند پہنچے گا۔ اہل یروشلم کو اپنے مذہب کی پابندی میں ہر قسم کی آزادی ہوگی۔ اور ان پر کسی ظلم وستم کو روانہ رکھا جائیگا۔ (طلوع اسلام)

یہ محض دستخطی اقرار نہ تھا۔ قلبی اقرار تھا اس پر عملی اقدام تمام مسلمانوں پر ضروری ہوتا تھا۔ اس کا اثر کیا تھا وہ بھی انھیں غیر مسلموں ذمیوں کی زبان سے سنئے۔ جب اسلام کی بے لوث خدمتیں ان کے سامنے آئیں اسکی رحمۃ للعلمینی نعمتوں سے فیضیاب ہوگئے۔ اسکا وجود ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھنے لگے۔ اسلام کے تسلط کو ہٹا کر غیر اسلامی ماتحتی کو گوارہ نہ کرسکے۔ اپنی زبانوں سے بایں الفاظ حقیقت کا اقرار کیا۔ اے مسلمانو! ہم تمہیں باز نطینی حکمرانوں پر ترجیح دیتے ہیں حالانکہ وہ ہمارے ہم مذہب ہیں یہ اسلئے کہ تم معاملے میں ان سے بدرجہا بہتر ہو اور ہم سے ہمیشہ عدل وانصاف سے پیش آئے ہو تمہاری حکومت ان ظالم عیسائیوں سے بدرجہا اچھی ہے کہ انھوں نے ہمارے گھر بار ہم سے چھین کر بے یارو مددگار اور بے در کر دیا۔ اور جب حمص سے اسلامی فوج کسی ضرورت سے منتقل ہو رہی تھی۔ تو اہل شہر زار وقطار روتے تھے اور کہتے تھے کہ خدارا جلد واپس آنا یہ نہ ہو کہ پھر ظالم عیسائی ہم پر حکومت کرنے آجائیں اور ہم پھر دائمی مصائب اور آلام

ں گرفتار ہو جائیں۔

اسلام پر اعتراض کرنے والے ذرا ان اپنے بھائیوں کے اس بیان پر غور کریں اور خیال کریں کہ کیا ہمارا کہنا بجا ہے
کیا یہ تعصب کی تنگ نظری نہیں۔ کیا یہ شہادتیں اسلام کی للہیت۔ صداقت کو ظاہر نہیں کرتیں۔ تو کیا اس صداقت کے ثبوت
وحشت بربریت اور آمریت کا مظاہرہ ہی کرنا عین تہذیب ہے جسکو آجکل کی بزعم خود مہذب حکومتیں پیش کر کے اپنی
حماریت اور آمریت کو ثابت کر رہی ہیں۔ اور کیا صلح و معاہدہ کی اصلیت غداری و بے وفائی ہی ہے جیسا کہ یونانی مقنن
نظریہ ہے کہ معاہدہ ایک مکڑی کا جالہ ہے جو اپنے سے کمزوروں کو پھنسا لیتا ہے اور قوی کے سامنے ٹوٹ جاتا ہے اور جس
آجکل کی سامراجی حکومتیں عمل کر رہی ہیں۔ پس اگر معترض کا نظریہ بھی یہی ہے تو بیشک اسلام اس کے اعتراض کا ہدف
سکتا ہے۔ اور ہمارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ کیونکہ یہاں معاملہ ہی اور ہے ایفائے عہد میں جان و مال کی
نی کی بازی ہوتی ہے۔ اس پر قائم رہنا بھی عین اسلامی نظریہ ہے اور اس کا خلاف اسلامی روح اور اس کے
ریبے سے دشمنی ہے۔ تاریخ کے صفحات اس حقیقت کا اعتراف کھلے لفظوں میں کر رہے ہیں جو محتاج بیان نہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء کا اسوہ حسنہ

حکومت اسلامیہ کے موسسین و حاکمین کے حالات میں اس کی کامل تلاش کریں تو معلوم ہوگا کہ ان کے دل میں مال و دولت کے حصول کا کسقدر جذبۂ حرص تھا۔
کس قدر خلوص و للہیت تھی۔ تاسیس حکومت کے موسس اول نظام فطری کے مقنن اول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
ات زندگی کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ دنیا کی کوئی ہستی بھی ان جیسا ماحول پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی
جیسے اوصاف کی متحمل ہو سکتی ہے۔ آپ کو شاید ہی کبھی پیٹ بھر کھانا میسر ہوا ہو۔ جَو کی خشک روٹی اگر کبھی مل گئی
ا ورنہ ہفتوں فاقے پر فاقہ گذر تا تھا۔ اگر کبھی کھجور اور جو کی روٹی سے پیٹ کو پُر کیا گیا تو کبھی پتھروں کے بوجھ سے
ع البطن کو دبایا گیا۔ بدن پر شاید ہی کبھی عمدہ اور اچھا لباس زیب تن کیا گیا ہو ورنہ حقیقت میں ہمہ وقت پھٹا پرانا
ا جو کہ کبھی کبھی ستر پیوند تک پہنچ چکا ہوتا تھا زیب تن نظر آتا تھا۔ وہ سارے جہان کے بادشاہ نہایت فخر و مسرت سے
ن ہو کر فرمایا کرتے تھے۔ الفقر انیسی فقر اور غربت ہی میری غمگسار اور انیس ہے۔ الصبر ردائی اور صبر و ثبت
میری زینت اور چادر ہے۔ یہ بات نہیں کہ آپ کے پاس مال و دولت کی کمی تھی یا آپ مال و دولت حاصل نہیں
سکتے تھے۔ نہیں بلکہ آپ دولت کو نہیں چاہتے تھے اسکو باعث فتنہ و شر تصور فرماتے تھے۔ یہ اعلان کرنا تھا کہ
اعت اسلام اور تاسیس حکومت کا مقصد دنیاوی جاہ و مرتبت نہیں۔ حصول مال و دولت اصلی غرض نہیں۔
قیام امن اور فتنہ و فساد کا استیصال کرنا تھا۔

آپ موسیٰ و عیسیٰ کے قالب میں بھی ظاہر ہوتے تھے کیونکہ آپ کے پاس مال و دولت کا ذخیرہ نہ تھا۔ داؤد
مانہ بھی تھے کہ سارے جہان کی دولت ایک اشارے میں قدم چومتی نظر آتی۔ حاتم دوراں بھی تھے کہ جو کچھ مال و دولت

آباد دیکھتے ہی دیکھتے جاں نثاروں کی خدمت پر قربان ہو کر پھر وہی سابق دستور غربت اور محتاجی رہی۔ یہ سب کیوں تھا اسلئے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کو مال و دولت، حکومت و سطوت کی لالچ نہیں۔ تصرف و غلبے کا حرص نہیں۔ بلکہ وہ دنیا میں اس لئے آیا تاکہ مظلوم اور مقہور انسانوں کو تمرد نمرودی اور تظلم فرعونی و ہامانی کے دست ہلاکت سے چھوڑا کر ہمیشہ کیلئے آزاد کر دیا جائے +

یہی وجہ تھی کہ ظالم اور متکبر حکومتوں کی قوتیں اس کے سامنے پارہ پارہ ہوئیں ان کے ایوان دہل گئے اس کی صداقت و خلوص کی ایک ایک آواز انکی در و دیوار سے ٹکرائی۔ اور بہت ہی قلیل عرصے میں ساری غلام قوموں کو آزادی و حریت کے قالب میں ڈھالکر دنیا کی سرداری و سرخروئی سے مزین کیا۔ اور سب کو حقانیت و خلوص اور للہیت کا اقرار کرنا پڑا۔ آپ کے خلفاء بھی وقت کے سلیمانؑ و داودؑ جیسی سلطنت بھی رکھتے تھے اور موسیٰؑ و عیسیٰؑ جیسی غربت کی زندگی بھی بسر کرتے تھے۔ انکے کھانے میں نہ تو کوئی پر تکلف غذا ہوتی تھی اور نہ ہی بدن پر لباس فاخرہ نظر آتے تھے۔ بیت المال کی حیثیت ایک امانت کی تھی جسکو مسلمانوں نے خلفاء کو امین سمجھکر سپرد کر دیا تھا۔ اپنی ذات پر خرچ کرنے کا مجاز نہ تھا۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر بہت بڑے تاجر تھے اپنی تجارت سے اہل کنبہ کی پرورش کرتے تھے۔ خلافت کے بعد بھی اپنے اخراجات کیلئے تجارت ہی کو پیشہ بنایا اور تقریباً چھ ماہ تک تجارت کرتے رہے اس اثنا میں بیت المال کا ایک حبہ بھی نہ لیا تھا۔ لیکن جب اس کی مشغولیت کی وجہ سے امور خلافت کی انجام دہی میں خلل آنے لگا تو مجبوراً تجارت سے کنارہ کش ہونا پڑا۔ اہل و عیال کی پرورش کا اس کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ مجبوراً بیت المال میں سے کچھ لینا پڑا۔ لیکن لوگوں سے فرمایا کہ میرے لئے اسمیں سے اتنی مقدار میں وظیفہ مقرر کر دو جس سے میری و میرے اہل کی پرورش ہو سکے اور اس سے زائد میں جائز نہیں سمجھتا امانت میں خیانت ہوگی۔ (تاریخ خضری)

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی سلطنت اس وقت اور بھی وسیع ہو چکی تھی، دولت و ثروت کا انبار تھا۔ لیکن اس عظیم الشان بادشاہ کی تنخواہ کیا تھی (تعداد اگرچہ مجھکو معلوم نہ ہو سکی) لیکن اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ سادہ پانی، جو کی روٹی کے چند ٹکڑے اور کھجور۔ یہ روزانہ کی غذائے لذیذ تھی۔ نمک سالن کا کام دیتا تھا۔ بیت المال میں جو کچھ جمع تھا وہ غریبوں محتاجوں، یتیموں اور بیواؤں پر خرچ ہوتا تھا۔ تاکہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام کا اصلی مقصود مال و دولت جمع کرنا نہیں بلکہ دین الٰہی کی تکمیل اور نام خدا کی بلندی ہے۔ عزیز دوستو! اسی صداقت و خلوص اسلامی کا اثر تھا کہ گاندھی جیسے متعصب ہندو نے بھی اپنی کانگریسی وزارتوں کو صدیقی اور فاروقی اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی تلقین کی تھی۔ اب کون دل ہے کون قلب ہے جو ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے بھی اسلام کے خلوص اور اسکی حقانیت سے متاثر نہ ہو اُسکی للہیت اور بے لوث خدمت خلق کی تصدیق نہ کرے اور یہی کہتا رہے کہ اسلام دنیاداری اور آمریت کیلئے آیا، استعماریت اسکا مطمح نظر تھا لیکن تعصب اور تنگ نظری کا تو کوئی علاج نہیں کہ ؎ گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است +